



Teaching Of Urdu Language through Literature: Theoretical Study

ادب کے ذریعے اردو زبان کی تدریس: نظری مطالعہ

Dr Umer Farooq Sial *1

Lecturer, Department Of Urdu, National University Of Modern Languages, Islamabad

Dr. Shazia Irum *2

Foreign Language Expert, Urdu Department of Asian and African Studies, Xi'an International Studies University, China.

***1 ڈاکٹر عمر فاروق سیال**

پیغمبر اردو، نیشنل یونیورسٹی آف مائرن لیگو بھر، اسلام آباد

***2 ڈاکٹر شازیہ ارم**

فارن لیگو بھر ایکسپرٹ اردو، شعبہ ایشیان ایڈڈ افریقین سٹڈیز، شی آن ائر نیشنل سٹڈیز یونیورسٹی، شی آن، چین

Correspondance: umer.sial@yahoo.com

eISSN:3005-3757

pISSN: 3005-3765

Received: 17-10-2025

Accepted: 25-12-2025

Online: 31-12-2025



Copyright: © 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: This paper examines how Urdu literature can be used to teach language, highlighting both theoretical ideas and practical approaches. It argues that language and literature are closely connected: literature not only teaches words and grammar but also reflects culture, emotions, and social values. While everyday conversation can be learned through ordinary practice, literature provides deeper understanding, showing learners how language is used in real-life situations and cultural contexts. The study reviews traditional teaching methods, such as reading texts with explanations, memorization, and imitation, and shows how these can work alongside modern approaches like the Communicative Method, Task-Based Learning, drama, creative writing, and multimodal learning. The paper emphasizes that selecting suitable literary texts according to learners' age, knowledge, and cultural



background is essential, especially for adults and foreign learners.

The paper concludes that teaching Urdu through literature is more than just a classroom activity. It is a process that develops language skills, creativity, critical thinking, emotional understanding, and cultural awareness. By combining thoughtful teaching, well-chosen texts, and modern resources, literature can make language learning meaningful, engaging, and connected to real-life experience

KEYWORDS: Teaching, Urdu, Language, Skill, Text, Literature, Culture, Emotional.

زبان اور ادب کا تعلق بہت گہرا اور بنیادی ہے۔ ایک فرد کی گفتگو اس کی شخصیت کو پرکھنے اور اس کے متعلق رائے قائم کرنے کا ایک ذریعہ ہوتی ہے لیکن ایک قوم کی زبان اور ادب اس کی تہذیبی شناخت کا وسیلہ ہوتی ہے۔ دراصل کسی بھی قوم کی نوعیت فکر، سماجی رویے، طرزِ احساس اور عمومی ثقافت کا مظہر اس کی زبان ہی ہوتی ہے۔ اس زبان کی روح، اس کی اطافت اور اس کی شانگی کی ترجیحی اس کا ادب کرتا ہے۔ روزہ مرہ کی زبان سیکھنے کے لیے عام بولچال سے آشنای بھی کافی ہو سکتی ہے لیکن ایک معیاری اور بامعنی سطح کی زبان کی تخلیص کے لیے اس کے ادب تک رسائی اور اسے گہرائی سے پڑھنا ناگزیر ہے۔ ادب کسی بھی زبان کی زندہ اور متحرک شکل ہوتی ہے اور ہر دور کا ادب اپنے زمانے، اس علاقے اور قوم کی ثقافتی پہچان، اس کی تاریخ، جذبات، طرزِ اظہار کی نسبیت سب پر واضح ہوتی ہے۔ چانچہ طالب علم زبان کے ساتھ ادب کا مطالعیہ کرتا ہے تو اس کا تخلیقی شعور بیدار ہوتا ہے جس وہ مذکورہ زبان کے علاقے کی جماليات اور مزاج کو پرکھنے اور اور سمجھنے میں معاون ہوتا ہے۔ اس لیے جب طالب علم کوئی زبان سیکھ رہا ہوتا ہے تو اس کے لیے ادبی متون کا مختاب نہ صرف دلچسپی پیدا کرتا ہے بلکہ وہ زبان بولنے والوں کی زندگی کے حقیقی جذبات سے بھی آشنا ہوتا ہے۔ ماہرین کے مطابق زبان کی تدریس میں ادب کے کردار کی اہمیت مسلم اور ثابت شدہ ہے۔ زبان و ادب کا باہمی تعلق تدریس میں ادب کی اہمیت کو اجاجر کرتا ہے وہیں اصل روح کے ساتھ اہل زبان کے قواعد و اسلوب کے مطابق زبان کی تخلیص کا بھی ضامن ہے۔ کسی بھی زبان کا ادب اس زبان کا معیاری اور مستند مواد بھی فراہم کرتا ہے۔

کسی بھی زبان کی تدریس میں ادب کے ذریعے کی جاتی ہے تو طلباء با واسطہ طور پر کئی زاویوں سے سمجھتے ہیں اس حوالے سے نظیر صدیقی کا لکھتے ہیں۔



ادب دنیا کی ہر قوم کی تعلیم کا جزو رہا ہے۔۔۔۔۔ سوال یہ ہے کہ ہم ادب کیوں پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اور کیوں پڑھاتے ہیں۔۔۔۔۔

- 1۔ تدریس ادب کے ذریعے انسانی زندگی اور انسانی فطرت کو سمجھنے سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔
- 2۔ تدریس ادب کے ذریعے جمالیاتی ذوق کا نشوونما ہوتا ہے۔
- 3۔ تدریس ادب کے ذریعے اخلاقی اقدار کی تبلیغ و ترویج ہوتی ہے۔
- 4۔ تدریس ادب کے ذریعے شفافی و رشی کی ترسیل ہوتی ہے۔
- 5۔ تدریس ادب کے ذریعے زبان کی تدریس ہوتی ہے۔ 1

ادبی متون کی مدد سے زبان کی تدریس سے طالب علم طرزِ اظہار سے بہت جلد واقفیت حاصل کر لیتا ہے۔ وہ محاوروں، استعارات اور انسانی تجربات سے براہ راست مستفید ہوتا ہے۔ اس لیے اردو زبان کی تدریس میں بھی ادبی شاپاروں سے مدد لی جاتی ہے۔ ادب کے ذریعہ زبان سمجھتے ہوئے ایک طالب علم گوایا ایک زندہ تجربے سے گزرتا ہے۔ ادبی شہ پارے تخلیل، ذوق اور ابلاغ کی صلاحیت کو بیدار کرتے ہیں۔ زبان کی ابتدائی مباحث سے لے کر اسلوبیاتی سطح پر منفرد اور روایتی اظہار کے لیے ضروری ہے کہ زبان کو ادب کے ذریعے سکھایا جائے۔ اس حوالے سے مرزا خلیل بیگ کا خیال ہے کہ:

زبان و ادب کے تہذیبی پہلوں پر بھی توجہ دی جانی چاہیے اور نصاب میں

ایسے ادب پاروں کو شامل کیا جانا چاہیے جن سے بدھی زبان (target)

کی تہذیب منعکس ہوتی ہو۔ (2) Language

جدید تعلیٰ ناظر میں جب تدریسی عمل میں استاد کے بجائے طلباء کو مرکزی اہمیت دی جا رہی ہے، ادب کی تدریسی افادیت کو بڑھادیتا ہے کیوں کہ اس طریقہ تدریس سے سرگرمیوں کی مدد سے طلباء کو سکھانا آسان ہو جاتا ہے۔ کہ طالب علم زبان کے اسالیب، نئی ترکیب، محاورے، استعارے، علامتیں اسی ادب کے مطالعے سے دیکھتا ہے۔ جدید لسانیات اور تدریسی نفیسیات میں ادب کو زبان سمجھانے کے ایک متحرک ویلے (Dynamic Medium) کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ مشرقی تدریسی روایت میں ادب کو زبان کی تعلیم کا مرکزی ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس ضمن میں تین نمایاں اصول تھے:

1۔ متن اور شرح کا طریقہ جس میں کلاسیکی عربی و فارسی متون کو پڑھا جاتا، پھر ان کی تشریح، لغت اور محاوروں پر بحث کی جاتی۔ اس سے زبان کی گہرائی اور دقیق فہم پیدا ہوتی تھی۔

2۔ حفظ و تکرار یعنی اشعار، اقوال اور نثری کلکڑوں کو یاد کرایا جاتا تھا تاکہ زبان کی درست ساخت ذہن نشین ہو۔ یہ طریقہ آج بھی زبان کی نفیسیاتی یادداشت کے لیے موثر ہے۔



3۔ استاد کی تقلید اور محفل سخن کا عمل جس میں زبان سیکھنے کے لیے استاد کے تلفظ، لمحہ اور اسلوب کی تقلید کروائی جاتی تھی، جب کہ یہ مشاعروں اور ادبی محفلوں میں اپنی تخلیق سنانا خود اعتمادی اور اظہار جذبات کی تربیت دینا تھا۔

یہ رہنمائی آج کل مکمل صورت میں طریقہ تدریس میں شامل نہیں ہیں لیکن بنظر غائزہ دیکھا جائے تو مکمل طور پر ختم بھی نہیں ہوئے بلکہ بدی ہوئی شکلوں میں ملتے ہیں۔ بلکہ جدید درس گاہوں میں یہ روایتی اصول آج بھی جدید انداز میں لاگو کیے جاسکتے ہیں۔ مثلاً قصہ گوئی کو پوڈکاست کے طور پر پیش کرنا یا اشعار کو یہڑر تھیٹر میں پڑھوانا۔ یوں قدیم طریقہ تدریس میں جدید تدریسی عمل میں مدغم ہو سکتا ہے۔

زبان کی تدریس کے لیے جب نصاب تیار کیے جاتے ہی تو اس میں یہ طے کیا جاتا ہے کہ مدارج کے اعتبار سے صوتیات، فونیمیات، صرفیات، نحویات اور معنیات تک تمام مباحث کو عملی اظہار اور عملی مشقوں کی صورت میں پیش کیا جائے گا۔ گو بالکل ابتداء میں جب حروف، حروف کی آوازیں اعراب اور حروف علت سکھائے جاتے ہیں تو ادب کو بطور وسیلہ استعمال نہیں کیا جاتا لیکن جو نہیں سیکھنے کا یہ عمل حروف اور حرکات سے نکل کر لفظ کی بناوٹ میں داخل ہوتا ہے تو اس میں ادب کو بطور وسیلہ استعمال کرنے کی ضرورت و اہمیت بڑھتی جاتی ہے اور خاص طور پر جب الفاظ سے جملوں کی طرف سیکھنے کا یہ عمل سفر کرتا ہے تو ادب اور ادبی شہر پاروں کی ضرورت و اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔ ادب یا نثری شعری اقتباس ایک وسیلہ ہے اور اصل مقصد زبان سیکھنا ہے۔ اس حوالے سے معین الدین لکھتے ہیں:

نشر کے ہر سبق سے متعلق آخر میں تھوڑا بہت کام زبان کا دیا ہوتا ہے جو سوالات یا عملی کام کی شکل میں ہر سبق کے آخر میں موجود ہوتا ہے۔ ان میں الفاظ کے استعمال سے لے کر جملوں کی تکمیل تک کئی قسم کے کام تجویز کیے جاتے ہیں۔۔۔ اس طرح لسانی مہارتوں کے ساتھ تحریری مہارتوں کی بھی مشق کرائی جاسکتی ہے۔۔۔ عام طور پر درسی کتب میں ایسے سوالات دیئے ہوتے ہیں جن کا تعلق قواعد سے ہوتا ہے۔۔۔ پرائمری درجات میں چونکہ زبان کی تعلیم سے ادب کی تعلیم مقصود نہیں بلکہ مخفی زبان کی ساخت اور زبان کا استعمال سکھانا مقصود ہوتا ہے اس لیے تدریس نشر کے دوران زیادہ زور اسی بات پر دینا چاہیے کہ طلبازبان کے عملی استعمال سے واقف ہو سکیں اور ان بنیادی مہارتوں کی تربیت حاصل کر سکیں جو زبان سیکھنے میں معاون ہوتی ہیں۔⁽³⁾

کیوں کہ زبان کی اظہاری صورت اور اس کے فہم کے لیے ضروری ہے کہ کوئی فن پارہ ہو جسے پیش کر کے طلباؤ کو سکھانے کا عمل جاری رکھا جاسکے، مفروضہ کام کے طور پر بھی ادبی اقتباس سے مددی جاتی ہے۔ اور جب طلباء بتدابع سے



اوپر چلے جاتے ہیں تو وہاں ادبی فن پاروں کو بطور ذریعہ اور تدریسی وسائل استعمال کیا جاتا ہے۔ زبان کی جدید تعریف بھی اس تہذیب و ثقافت کے متعلق ہے جس معاشرے میں یہ زبان رانج ہے۔ سیم فارانی لکھتے ہیں:

جدید نظریہ زبان کو انسانی نشونما، کردار یا طرز عمل کا ایک بڑا حصہ یا پہلو قرار دیتا ہے جس کے ذریعے انسانی شخصیت زندگی کے مختلف اور مسلسل تقاضوں، مسئللوں اور حالتوں میں کرتی ہے۔ یہ ارتقائی یا نشونمائی نظریہ کہلاتا ہے۔ اس نظریے کے مطابق زبان علامات و کلمات کے منطقی نظام سے بالاتر چیز ہے۔ یہ ایک ایسا آلہ ہے جو انسانی زندگی میں سے اہم کام سر انجام دیتا ہے۔ اسی کے ذریعے انسان اپنے مسلسل بدلتے ہوئے ماحول اور واقعات میں سلوک کرتا ہے، مختلف تقاضوں کے مطابق انہمار و اخذ کرتا اور نشونمائی مدارج طے کرتا ہے۔⁽⁴⁾

گویا ہم کہ سکتے ہیں کہ ہر زبان مخصوص ثقافتی تہذیبی پس منظر رکھتی ہے اور اسی ثقافتی تسلسل کے لیے زبان سکھانے کے لیے ادب کو بطور وسیلہ اس لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ ثانوی اور اعلیٰ ثانوی جماعتوں میں تدریس زبان کے ادبی اظہار کو بنیادی اہمیت حاصل ہو جاتی ہے اور ان جماعتوں میں ادب کی تدریس کا مرحلہ شامل ہو جاتا ہے۔ ابتدائی جماعتوں میں اصناف کے تعارف کے بغیر مختلف کہانیوں، مضامین، نظموں، خاکوں اور ڈراموں کی مدد سے طلباء کو زبان دانی کے قواعد سکھائے جاتے ہیں۔ عملی سرگرمیوں کے لیے بھی ادب کو بطور وسیلہ استعمال کیا جاتا ہے۔

رسمی تعلیم کے ساتھ ساتھ غیر ملکی طلباء کو زبان سکھانے کے لیے بطور خاص ادبی شہ پاروں کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ یہ بات یہاں واضح کرنا ضروری ہے کہ یہ ادبی شہ پارے ان کی سابقہ معلومات، ذہنی فکری سطح، درجہ اور فہم کے مطابق منتخب کیے جاتے ہیں۔ غیر ملکی طلباء کے لیے یہ صورت کہیں زیادہ فائدہ مندرجہ ہوتی ہے کیوں کہ ان کے سامنے اس سے پہلے ایک زبان کا علمی ادبی سرمایہ یا کچھ حصہ ان کی سابقہ معلومات کے طور پر محفوظ ہوتا ہے اور یوں وہ اس طریقہ تدریس سے عملی مشقوں اور سرگرمیوں کی مدد سے کہیں بہتر انداز سے سیکھ پاتے ہیں۔ چھوٹے بچوں اور بالغوں کو اردو سکھانے کے لیے مختلف طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔ چھوٹے بچوں کو تو شروع میں قاعدہ وغیرہ پڑھا کر حروف کی اشکال اور آوازیں سکھائی جاتی ہیں لیکن بالغوں کو یا غیر ملکی طلباء کے لیے یہ طریقہ کارگر نہیں ہوتا۔ ان کے لیے ہمیں کسے متن کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس حوالے سے سید محمد شاہ ولی یکمین لکھتے ہیں:

بالغوں کی نفیسیات کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ بالغ بچوں سے کام کرنے میں شرم محسوس کرتے ہیں۔ بلکہ بعض بالغ تو اسی سائز کا قاعدہ بھی استعمال کرنا پسند نہیں کرتے۔ اس لیے بالغوں کو پڑھانے کے لیے کوئی موزوں طریقہ سوچ سمجھ کر استعمال کرنا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے طریق



بین و گویا کہانی کا طریقہ زیادہ مفید رہے گا۔ ساتھ ساتھ حروف کا تعارف کرنا بھی ضروری ہے۔ جو حروف اباق میں زیادہ استعمال ہوتے ہیں وہ پہلے سکھا دیئے جائیں۔۔۔ کہانی ایسی انتخاب کی جائے جو بالغوں کے مذاق کے مطابق ہو اور ان کی روزانہ زندگی سے تعلق رکھتی ہو۔⁽⁵⁾

روایتی طریقہ تدریس میں جب طالب علم کو حروف اور ان کی آوازوں سے شناسائی ہو جاتی ہے تو مختلف متون جماعت میں اجتماعی طور پر پڑھائے جاتے ہیں۔ استاد ایک لفظ یا لکھ راصف آواز میں پڑھتا ہے اور تمام طلباء کو اس کی تقلید کرتے ہیں۔ بعد ازاں انفرادی طور پر طلباء سے پڑھوایا جاتا ہے۔ پڑھنے کے اس عمل میں اسے ایک اقتباس کی ضرورت ہوتی ہے۔ پون صدی پہلے سید محمد شاہ ولی تکمیلی اس عمل کے بارے میں کہتے ہیں:

جب ہم پڑھتے ہیں تو الفاظ کے نقش آنکھ کے پر دہ بصارت پر اثر کرتے ہیں۔ پھر اس پر دے سے اعصاب کے ذریعے دماغ کے مقام باصرہ میں تحریک ہوتی ہے۔ اس تحریک سے الفاظ کی شکلوں اور معانی میں باہم لگاؤ پیدا ہوتا ہے۔ اس لگاؤ کی وجہ سے پیغام مرکز بصارت سے مرکز گفتار تک پہنچتے ہیں جس سے نطق، زبان اور لب سے تعلق رکھنے والے اعضا کو حرکت ہوتی ہے اور الفاظ یا فقرے بلند یا خاموش صورت میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ سارا کام اس تیزی سے ہوتا ہے کہ لفظ پر نگاہ پڑنا اور اس کا منہ سے بولا جانا دونوں عمل ساتھ ساتھ ہوتے نظر آتے ہیں۔⁽⁶⁾

اس میں پڑھنے اور سیکھنے کے عمل کی وضاحت ہے۔ پڑھنے کے لیے طالب علم کی ذہنی سطح کے مطابق ادب پارے کا انتخاب کیا جاتا ہے اور الفاظ کی شکلوں اور معانی میں باہم لگاؤ بھی ادب کے اس متن میں اس لفظ کے سیاق و سبق کا بھی بڑا خل ہے۔

اردو ادب کے ذریعے زبان کی تدریس طلباء کے ذوق و شوق کے لیے نہایت اہمیت رکھتی ہے۔ لیکن اس کے لیے ایک باذوق استاذ کی موجودگی بھی لازم ہھر تی ہے جس کے قلب اور شعور میں ادب جاگزیں ہو۔ اگر ایسا استاذ موجود نہ ہو تو زبان کی تدریس کا عمل نہ کوہہ تکمیل کو اور طریقوں کے استعمال کے باوجود ایک زندہ، خوش گوار اور زندگی سے مر بوظ عمل نہیں بن سکتا۔ آج کی جدید درس گاہوں میں اردو زبان کو بذریعہ ادب سکھانے کے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں۔ جدید دور میں درس گاہوں میں اردو زبان سکھانے کے مختلف طریقوں میں ادب کو بنیاد بنا کر تدریس کو موثر بنایا جا سکتا ہے، جیسا کہ اصلی تدریس، عملی مشقتوں (پروجیکٹ میں) پر بنی تعلیم، اداکاری پر مشتمل سیکھنے کے طریقے، تخلیقی تحریر اور کشیر جہتی مواد کا استعمال وغیرہ شامل ہیں۔ ذیل میں ان طریقوں کے متعلق ضروری معلومات دی جا رہی ہیں تاہم جیسا کہ عرض کیا،



ایک باذوق، ذی شعور اور نئی نسل کی تربیت کے لیے فکر مند، باذوق اور محنتی استاذ ہی ان طریقوں سے صحیح معنوں میں استفادہ کر بھی سکتا ہے اور طلباء طالبات کو پہنچا بھی سکتا ہے۔

تدریس کے جدید طریقوں میں ایک تدبیم اصلی تدریس (Communicative Approach) ہے۔ اس طریقے میں ادب کو مختصر کوئی فن پارہ پڑھنے یا اشعار اور مشکل عبارتوں کی تشریح کرنے کا ذریعہ نہیں بنایا جاتا بلکہ ادب کو گفتگو اور ابلاغ کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ اس میں مختلف طریقوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی افسانے کے کرداروں پر گفتگو یا مکالمہ کر دایا جاتا ہے، کسی شعر کی تشریح پر مکالمہ کر دایا جاتا ہے تاکہ طلبائی استعداد بہتر ہو اور وہ زبان کو حقیقی حالات میں برتنے کے قابل ہو سکیں۔ تو اصلی تدریس کے ساتھ ساتھ ایک طریقہ پروجیکٹ میں لرنگ ہے یعنی عملی کام سے سیکھنا (Task-Based Learning) ہے۔ یہ تکنیک بھی تو اصلی طریقے کے قریب ہے بس اس میں ادب کو کسی عملی کام سے جوڑ دیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی نظم کا خلاصہ لکھوانا، ڈرامے کے منظر کو اداکاری کی صورت میں پیش کرنا یا کہانی کے اختتام کو نئے انداز میں لکھوانا۔ یہ طریقہ ہمارے اسکولوں میں اب متعارف ہو چکا ہے اس طریقے کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس سے زبان کا عملی استعمال سکھایا جاتا ہے۔ ہر دو طریقوں میں ادب اور ادبی فن پاروں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اپنی بات کو پیش کرنے کے لیے ایک مدرس کو طلبائی ذہنی ساخت، سابقہ معلومات اور فکری سطح کو مد نظر رکھتے ہوئے ایسے فن پاروں اور کسی ادبی صنف کے کسی حصے کی ضرورت پڑتی ہے جس کی مدد سے وہ زبان سکھاتا ہے۔ وہ اپنی بات پیش کرتا ہے تو اس کے لیے بطور مثال ادبی فن پارہ ہوتا ہے، وہ طلباء سے کوئی سرگرمی کرائے گا اور زبان دانی کے قواعد سکھائے گا تو انھیں کوئی ادبی فن پارہ مہیا کرے گا۔ وہ کسی ادبی اظہاریئے کو پیش کر کے طلباء بطور سرگرمی اس جیسی تحریر پیش کرنے کا کہے گا تو گویا اس نے سکھانی تو زبان تھی لیکن اس کے لیے بطور وسیلہ اس نے ادب کو لیا۔

ان دونوں طریقوں کے علاوہ ایک اور تکنیک بھی ہے جس میں مذکورہ دونوں طریقوں کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسے آسان زبان میں آپ سیکھنے سکھانے کا مسلسل عمل (Teaching-Learning Cycle) کہہ سکتے ہیں۔ یہ طریقہ بتدریج سیکھنے پر مبنی ہے یعنی پہلے استاد نمونہ پیش کرتا ہے، پھر طلباء تجزیہ کرتے ہیں، اس کے بعد مشق کرتے ہیں اور آخر میں وہ خود کو اس قابل بناتے ہیں کہ کوشش کر کے اظہار کی سطح پر پہنچ سکیں اور سیکھی گئی شے کو استاذ کے سامنے دھرا سکیں۔ جدید نظریات کے مطابق اس میں سبق کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے، اس کے بعد تدریسی عمل کی باری آتی ہے، پھر سیکھنے کے عمل شروع ہوتا ہے اور آخر میں استاد اس کا جائزہ لے کر یہ طے کرتا ہے کہ حاصلات تعلم کو کس حد تک حاصل کیا جاسکا ہے۔ یوں تدریس اور تعلم کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس طریقے میں استاذ جو نہیں بتاواہ ایک اچھا مشیر اور رہنماء ہوتا ہے اور ایسا رہنمای جو طلباء کو حوصلہ اور ہمت فراہم کرتا ہے۔ اس میں تدریس اور سیکھنے کے عمل کے لیے ادبی اظہار کی مثالیں اور نمونے ضروری ہیں تاکہ ان کے ذریعہ تدریس اور اس کے بعد تعلم کا سلسلہ جاری رہ سکے۔ عملی مشقتوں اور سرگرمیوں کے لیے بھی ادبی تحریر کی ضرورت پڑتی ہے۔



ایک اور تکنیک ڈرامائی تدریس اور رول پلے کی ہے۔ اس میں اداکاری کا طریقہ استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی ادبی کرداروں کو اداکاری کے ذریعے طباکے سامنے پیش کرنا۔ یہ طریقہ تلفظ، لہجہ، مکالمہ نگاری اور جذباتی اظہار کے لیے انتہائی موثر ہے۔ اس میں بھی کسی ڈرامے یا مکالمے کے حصے کو طبا جماعت میں پیش کرتے ہیں۔ یوں زبان دانی کے اظہار میں زبان کے قواعد، اسلوب کے ساتھ یوں کی صلاحیت کو بہتر بنانے کے لیے ادبی شہ پارے کی ضرورت پڑتی ہے۔

ان طریقوں کے علاوہ ایک قدیم تکنیک تخلیقی تحریر کی ہے۔ تخلیقی تحریر نقل کا نام نہیں۔ اس میں طبا کو کسی نظم یا کہانی کے اسلوب پر خود تخلیق کرنے کا کام دیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ زبان کے ساتھ فنی ربط پیدا کرتا ہے۔ اس کے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں۔ ایک معروف طریقہ یہ ہے میریا اقبال کے اختیار کردہ کسی منتخب موضوع پر طالب علم کو اپنے خیالات و احساسات تحریر کرنے کا کہا جاتا ہے۔ یوں اس میں بھی ادب کو بنیادی وسیلے کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے مقابلے میں نسبتاً جدید اندماز کشیر جہنی تعلم (Multimodal Learning) ہے۔ اس میں ادب کو صرف تحریری نہیں بلکہ صوتی، بصری اور عملی تجربوں کے ذریعے سکھایا جاتا ہے۔ مثلاً کسی نظم کی ویڈیو، آڈیو بکس یا پوڈکاست سنونا، یا افسانے کی کہانی کو مختصر فلم میں ڈھاننا۔

یہ تمام حکمت عملیاں اس اصول پر مبنی ہیں کہ زبان کو سکھانے کے لیے ادب ایسا پل ہے جو گرام، ابلاغ، ثقافت اور تخلیقی سوچ کو یکجا کر دیتا ہے۔ ادب کے تدریسی استعمال سے متعلق جدید نظریات کا جائزہ لینے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جدید زبان دانی اور تعلیمی نظریات کے مطابق ادب صرف فن پارہ نہیں بلکہ ایک مستند لسانی و ثقافتی سرمایہ ہے لہذا اس سرمائے کے ذریعے طبا کی تخلیقی، تحقیقی اور ذہنی صلاحیتوں کو نشوونما فراہم کی جاسکتی ہے۔ اس نظریے کے تحت چند بنیادی رجحانات نمایاں ہیں۔ ان میں سے ایک تو ادب کو بطور لسانی ذخیرہ استعمال میں لانا ہے۔ کیوں کہ ادبی متن روزمرہ زبان، محاورات، استعاروں اور ثقافتی علامات کا ایک وسیع خزانہ ہے۔ اس کے مطالعے سے زبان کے فطری بہاؤ اور اطافت کا شعور پیدا ہوتا ہے۔ اس حوالے سے نظریہ صدیقی لکھتے ہیں۔

ادب و سلیمانی اظہار زبان ہے۔ زبان کا تعلق الفاظ محاورات، امثال، علم بیان و علم بدیع ان تمام چیزوں سے ہے، زبان کا تعلق علم لغت، اور قواعد سے بھی ہے۔ جب ایک طالب علم ادب پڑھتا ہے یا یہ کہ جب طلبہ کی کسی جماعت کو ادب کی تعلیم دی جاتے ہے تو بالواسطہ الفاظ، محاورات اور امثال کے صحیح استعمال کی تعلیم دی جاتی ہے۔⁽⁷⁾

دوسری یہ کہ ادب ثقافتی فہم اور میں الثقافتی ابلاغ کا ذریعہ بتاتا ہے۔ ادب کے مطالعے سے طبا اردو تہذیب، رسم و رواج اور معاشرتی اقدار سے واقف ہوتے ہیں۔ اس سے وہ موثر ابلاغ کے ساتھ ساتھ مختلف ثقافتیں کا احترام اور تفہیم سکھتے ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ تقدیمی خواندگی (Critical Literacy) بھی ایک اہم رجحان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نظریہ طبا کو صرف معنی سمجھنے کے بجائے متن میں چھپے نظریات، تعبصات اور مصنف کے زاویہ نظر کو جانچنے کی



تریتی دیتا ہے۔ یوں ادب شعورِ فگر کو بیدار کرتا ہے۔ نظریات اور تعصبات کی جانچ کے ساتھ ساتھ جذباتی خواندگی (Emotional Literacy) بھی اہمیت رکھتی ہے۔ اس نظریے کے مطابق شاعری اور افسانے انسانی جذبات، ہمدردی اور اخلاقی اقدار کی تربیت کرتے ہیں۔ اس سے زبان سیکھنے کے ساتھ ساتھ شخصیت کی تکمیل بھی ہوتی ہے۔ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق ڈیجیٹل اور کشیر جہتی خواندگی کا نظریہ بھی اہم ہے۔ جدید دور میں آڈیو بکس، ویڈیو ز اور آن لائن مباحث ادب کے تدریسی دائرے کو وسعت دیتے ہیں۔ اس سے زبان کی مشق دلچسپ اور عملی بن جاتی ہے۔ ان نظریات کے مطابق ادب زبان سیکھنے کا صرف ذریعہ نہیں بلکہ زبان کے اندر ورنی نظام، ثافت اور انسانی رویوں کو سیکھنے کا ایک زندہ تجربہ ہے۔ یہاں یہ بات تو قابل وضاحت ہے کہ ہمارے ہاں ابتدائی جماعتوں (آٹھویں جماعت تک) قومی نصاب میں زبان سکھانا بینیادی مقصد ہے اور اس کے ساتھ ساتھ قومی نصاب میں وضاحت کے ساتھ یہ درج ہے کہ زبان سکھانے کے ساتھ ساتھ معاشرت، اخلاقیات، زندگی کی بینیادی مہار تیں بھی سکھائی جائیں اور زبان سکھانے کے لیے پیش کیے لیے ادبی متن کو ثقافتی روایت سے آہنگ بھی کیا جائے تاکہ طلبازندگی کی مہار تیں سیکھیں اور اپنی معاشرتی، تہذیبی ثقافتی روایات سے بھی جڑے رہیں۔

یہ امر بھی واضح رہنا چاہیے کہ ایک ماہر فن اور باذوق استاذ بھی ایک ہی طریقے پر اکتفا نہیں کرتا۔ اسی طرح وہ طلباء کی عمر، صلاحیت اور مزاجوں کے فرق کو بھی ملحوظ رکھتا ہے۔ مختلف طبقات کے لیے ادب بطور تدریسی ذریعہ متنوع انداز میں اختیار کرتا ہے۔ چھوٹے بچوں کے لیے ادب کو تصویری کہانیوں، نظمیہ گیتوں، اور کھیلوں کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ مبتدی کے لیے زبان سیکھنا ایک فطری اور خوشنگوار تجربہ بن جائے۔ ابتدائی درجات کے طلباء کے لیے ادبی زبان کے پیچیدہ پہلوؤں کو آسان بنایا جاتا ہے یا ایسی ایسے ادبی اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں جن میں ادب کا سادہ اظہار ہو۔ جیسے کلائیکی نظموں کے سادہ شدہ ورثن، یا غزل کے اشعار کو شتر میں بیان کرنا۔ گرامر کو ادب کے اندر سے سکھایا جاتا ہے تاکہ زبان کے قواعد اور اصول مثالوں کی مدد سے زیادہ واضح طریقے سے سمجھ میں آئیں۔ غیر ملکی طلباء کے لیے انہی اصولوں کو مرد نظر رکھتے ہوئے ادب کو تدریجی مرحل میں پڑھایا جائے۔ اس حوالے سے نصیر احمد خان کا خیال ہے کہ

..... ان مقاصد کی روشی میں ہمیں اردو کی تعلیم و تدریس

کے الگ الگ نصاب تیار کرنا ہوں گے۔ زبان سکھانے کے جدید سائنسی فک طریق کاروں کو حسب ضرورت الگ الگ استعمال کرنا ہو گا۔ تلفظ، قواعد، لفظ و معنی اور سلوب کو لے کر ایسی مشقیں تیار کرنی ہوں گی جن کی مدد سے طالب علم زبان کی ساخت و اسلوب سے متعلق اپنی دور کر سکیں۔⁽⁸⁾

ابتدائیں سادہ، موجودہ دور کی کہانیاں یا بچوں کے ادب سے مدد لی جاتی ہے۔ بعد میں کلائیکی متنوں کی مدد سے زبان کے ادبی اظہار کو بیان کیا جاتا ہے اور سکھایا جاتا ہے۔ تدریس کو موثر بنانے کے لیے متن کے ساتھ تاریخی و ثقافتی پس منظر فراہم کیا



جاتا ہے اور مشکل الفاظ کو آسان اردو یا ان کی مادری زبان میں واضح کیا جاتا ہے۔ اس طرح ادب نہ صرف زبان سکھانے کا ذریعہ بنتا ہے بلکہ ثقافت سے جڑنے کے لیے پل بھی فراہم کرتا ہے۔

یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ ادب کو زبان کی تدریس میں استعمال کرتے وقت مختلف طبقات کو متعدد مشکلات در پیش آتی ہیں۔ ایسے میں بعض اساتذہ کا ضبط جواب دے جاتا ہے اور وہ ہمت ہار جاتے ہیں۔ ایسے اساتذہ کو سب سے پہلے اپنی مشکل کا تعین کرنا چاہیے کہ مسئلہ ہے کیا؟ تاکہ اس کا حل نکالنے میں آسانی ہو۔ ایک مشکل تو تجزیہ یا پیچیدہ مواد ہے جس کی مثال کلاسیکی شاعری یا فلسفیانہ تحریریں ہیں۔ یہ عام طور پر بچوں کے لیے مشکل ہوتی ہیں۔ اس کا حل یہ ہے کہ سادہ اور تصویری ادب کا استعمال کیا جائے اور نظمیہ کہانیوں کے ساتھ حرکات یا گیت شامل کر لیے جائیں تاکہ طلباء الفاظ کا فہم حاصل کر سکیں۔ ایک اور مشکل ادبی اور عمومی زبان میں فرق ہے۔ محاورات طلباء کے لیے اجنبی ہو سکتے ہیں۔ اس کا حل یہ ہے کہ ہر محاورے یا استعارے کو روزمرہ مثال کے ساتھ واضح کیا جائے۔ اسی طرح تلفظ اور رسم الخط کی دشواری بھی طلباء اور اساتذہ کے لیے ایک مسئلہ ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر اردو کے مخصوص حروف (ق، خ، غ) اور نستعلق خط غیر ملکیوں کے لیے پیچیدہ ہیں۔ اس کا حل یہ ہے کہ نقل حرفی (Roman Transliteration) اور صوتی رہنمائی کے ساتھ جدید کمپیوٹر فونٹس استعمال کیے جائیں۔ عموماً یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ثقافتی بیگانگی بھی بوریت کا سبب بن جاتی ہے کیوں کہ متن میں موجود مذہبی یا سماجی اشارے غیر ملکی طلباء کے لیے اجنبی ہوتے ہیں۔ اس کا آسان حل یہ ہے کہ مطالعے سے پہلے پس منظر کی معلومات اور میں الشفافی موازنہ فراہم کیا جائے۔ فی الواقع ان تمام مسائل کا بنیادی حل یہی ہے کہ ادبی متون کو طلباء یا مبتدی کی ذہنی فکری سطح کے مطابق ترتیب دیا جائے، مواد میں بصری و صوتی امداد شامل ہو اور طلباء کو سرگرمیوں میں استاد بطور رہنماء اور نگران فعال کردار ادا کرے۔

مختلف جامعات میں اور تعلیمی اداروں میں ادب کے ذریعے زبان سیکھنے کے کامیاب تجربات کو نوٹ کیا گیا ہے۔ کئی کامیاب تدریسی مادلز ادب کے استعمال کی موثریت ثابت کرتے ہیں۔ ایک مشہور حل ریڈر تھیٹر ہے جس میں طلباء کیہانی کو زبانی پڑھ کر کرداروں میں ڈھل جاتے ہیں۔ اس سے تلفظ، جذباتی اظہار اور روانی میں بہتری آتی ہے۔ اس کے علاوہ و سیع مطالعہ کے کلب قائم ہیں۔ ان میں طلباء پنی سطح کے مطابق آسان ادب کا مطالعہ کرتے ہیں اور مباحثے میں حصہ لیتے ہیں۔ یہ مطالعے کا شوق اور ذخیرہ الفاظ دونوں بڑھاتا ہے۔ کچھ اداروں میں تخلیقی دوبارہ نویسی کا طریقہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس میں طلباء کیہانی کا اختتام یا کردار بدل کر دوبارہ لکھتے ہیں۔ اس سے تحریری ساخت، ربط اور فکری گہرائی میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ طریقہ بچوں کے رسائل میں بھی اختیار کیا جاتا ہے۔ اچھے تعلیمی اداروں میں منصوبہ جاتی تعلیم کا طریقہ بھی دیکھا جاسکتا ہے جس میں طلباء کی ادبی متن کو بنیاد بنا کر ریڈیو شو، پوڈ کاسٹ یا آن لائن میگزین تیار کرتے ہیں جس میں زبان کی تمام مہارتوں کا عملی استعمال ہوتا ہے۔ قابل اور مختنی اساتذہ شعری پیشکش کا طریقہ بھی اختیار کرتے ہیں جس میں اشعار کو درست آہنگ کے ساتھ زبانی پڑھوایا جاتا ہے۔ یہ عمل تلفظ، وزن اور لسانی موسیقیت کو نکھارتا ہے۔ بہت سے اساتذہ اپنے طلباء سے ڈائری لکھواتے ہیں۔ اس ڈائری میں طلباء نے بھر کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ اپنے مطالعے پر



تہرے اور تاثرات بھی لکھتے ہیں۔ اس سے فکری خود آگاہی اور تحریری اظہار دونوں میں ترقی ہوتی ہے۔ یہ تمام طریقے اس بات کا ثبوت ہیں کہ ادب زبان سکھانے کا ایک متحرک پلیٹ فارم ہے جو سیکھنے کے عمل کو علمی سے زیادہ جذباتی اور تخلیقی بنادیتا ہے۔

زبان سکھانے میں کامیابی اس وقت ممکن ہے جب روایتی دانش اور جدید اصول ایک دوسرے میں مدغم ہوں۔ قدیم تعلیم میں سنتے، دہرانے اور تقلید کے اصولوں کو بنیادی اہمیت حاصل تھی جب کہ جدید تعلیم میں سرگرمی، تجزیہ اور تخلیق پر زور دیا جاتا ہے۔ اگر دونوں کو کچھ کر دیا جائے تو زبان سیکھنے کا عمل متوازن اور موثر ہو جاتا ہے۔ گویا قدیم طریقوں کو نئی صورتیں دی جاسکتی ہیں۔ جیسے قصہ گوئی کے قدیم طریقہ تدریس کے مقابلے میں جدید پوڈکاست اور کہانی سنانے کے مقابلے، شعروں کو یاد کرنے کے قدیم طریقے کو ریڈر ٹھیٹ اور تقریری تربیت کی صورت میں پیش کر دیا جائے۔ محفل سخن کے مقابلے میں آج کلاس روم میاٹھے اور ڈرامہ کلب کار جان فروغ پا سکتا ہے۔ خطاطی اور تحریری مشقتوں کو اردو ٹائپنگ اور آن لائن تحریری مشقتوں میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ یوں اردو زبان کی تدریس ایک ہمہ جہت تجربہ بن سکتی ہے، جس میں روایت کا ذوق اور جدت کی تازگی دونوں شامل ہوں سکتے ہیں۔ نصیر احمد خان کا خیال ہے کہ

ایک حد تک یہ بات بھی صحیح ہے کہ جہاں نصاب اور لغت کام کرنا چھوڑ دیتی

ہیں۔ وہاں بصری وسائل سے زبان سکھانے میں مددی جاسکتی ہے۔ اس لیے

ضرورت اس بات کی ہے کہ نقشے، تصاویر، چارٹس، سلامنڈس، کیسٹسیمیں اور

وڈیو فلم وغیرہ کو استعمال میں لایا جائے اس طرح ہم تلفظ، لہجہ، الفاظ کرت

معانی و مطالب، اسلوب، بات کرنے میں چہرے کے اتار چڑھاؤ اور بول

چال کو زبان کی فطری عادتوں اور دوسری نزاکتوں کو بخوبی سیکھنے والے تک

پہنچا سکتے ہیں۔⁽⁹⁾

اردو ادب کے ذریعے زبان کی تدریس میں محض تعلیمی سرگرمی نہیں بلکہ ایک تہذیبی و فکری عمل بھی ہے۔ ادب کے ذریعے طلباء کو صرف الفاظ یا جملوں کی ساخت کا ہی علم نہیں ہوتا بلکہ انہیں سوچنے، محسوس کرنے اور اظہار کرنے کا طریقہ سکھایا جاتا ہے۔ جب طلباء ادب کے کرداروں، مکالموں اور مناظر سے گزرتے ہیں تو وہ زبان کے ساتھ ثقافت، تاریخ، جذبات اور اقدار کو بھی جذب کرتے ہیں۔ تاہم ضروری ہے کہ تدریسی مواد کو طلباء کی سطح اور دلچسپی کے مطابق ترتیب دیا جائے، انتخاب میں قدیم اور جدید ادب کے متون کو نمائندگی دی جائے، میکنالوجی یعنی سمعی و بصری ذرائع کو استعمال کیا جائے اور ان کی مدد سے سرگرمیوں کو دلچسپ اور موثر بنایا جائے، اساتذہ کی پیشہ و رانہ تربیت پر توجہ دی جائے اور زبان کو ایک زندہ تجربے کے طور پر پیش کیا جائے تاکہ ادب زبان سکھانے کا محض ذریعہ نہیں بلکہ ایک ایسا جمالياتی اور فکری سفر بن جائے جو طلباء کو زبان کے ساتھ ساتھ زندگی کی معنویت سے بھی روشناس کرائے۔



اردو زبان کی تدریس میں ادب کا کردار نہایت اہم اور جامع ہے۔ ادب مختص زبان کے الفاظ، جملوں یا گرامر کی ساخت سکھانے کا ذریعہ نہیں بلکہ یہ طلباء کی فکری، تخلیقی، جذباتی اور ثقافتی نشوونما کا ایک موثر و سیلہ ہے۔ ادب کے مطالعے اور اس کے عملی استعمال سے طلباء زبان کے قواعد، طرزِ اظہار، محاورات، استعارات اور مختلف لسانی وسائل کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ اپنی تخلیقی اور تحقیقی صلاحیتوں کو بھی فروغ دیتے ہیں۔ تاریخی تدریسی اصول جیسے تقلید، مشاعرے اور یادداہی کے طریقے آج بھی جدید تدریسی طریقوں جیسے پروجیکٹ میڈیا رنگ، ڈرامائی تدریس، رول پلے، تخلیقی تحریر اور کشیر جہتی تعلم کے ساتھ سیکھا کیے جاسکتے ہیں۔ اس امتحان سے زبان سیکھنے کا عمل نہ صرف موثر بلکہ دلچسپ، عملی اور زندگی سے مربوط ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں، ادب طلباء کو ثقافتی اقدار، معاشرتی روایات اور میں الثقافتی تفہیم سے روشناس کراتا ہے، جس سے وہ زبان کے استعمال کے ساتھ ساتھ اخلاقی اور جذباتی شعور بھی حاصل کرتے ہیں۔ یوں ادب نہ صرف زبان سیکھنے کا ذریعہ ہے بلکہ ایک ایسے پل کی شکل اختیار کرتا ہے جو زبان، ثقافت، جذبات اور تخلیقی صلاحیتوں کو سیکھا کرتا ہے اور طلباء کو ایک متوازن، باذوق اور فکری طور پر مستعد فرد بننے میں مدد دیتا ہے۔

آخر میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اردو ادب کے ذریعے زبان کی تدریس مختص تعلیمی سرگرمی نہیں بلکہ ایک تہذیبی، فکری اور تخلیقی عمل ہے۔ ادب زبان، ثقافت، جذبات اور فکر کو سیکھا کر کے زبان آموزی کو ایک زندہ تجربہ بنادیتا ہے۔ اگر تدریسی مواد کا انتخاب دانشمندی سے کیا جائے، جدید شیکنالوچی کو بروئے کار لایا جائے اور اساتذہ کی پیشہ و رانہ تربیت پر توجہ دی جائے تو ادب زبان سکھانے کا ایک موثر اور بامعنی ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے۔



حوالہ جات

- 1- نظیر صدیقی، اردو ادب کے تدریسی دریچے، مرتب، رضی حیدر، ڈاکٹر، مکتبہ جامعہ نئی دہلی لمیڈ، دہلی، 2009، ص 28
- 2- خلیل احمد بیگ، مرزا، لسانی مسائل اور مباحث، ایجو کیشنل، پبلیشنگ ہاؤس، دہلی، 2016، ص 256
- 3- معین الدین، ہم اردو کیسے پڑھائیں، لاہور بک سٹی، لاہور، ستمبر 2021ء، ص 119
- 4- ڈاکٹر سلیم فارانی، اردو زبان اور اس کی تعلیم، پاکستان بک سٹور، لاہور، بار دوم 1962ء، ص 6
- 5- سید محمد شاہ ولی یمینی، طریقہ تعلیم اردو، شیخ محمد اشرف تاجر کتب لاہور، بار ششم 1953ء، ص 86
- 6- ایضاً، ص 45
- 7- نظیر صدیقی اردو ادب کے تدریسی دریچے، ص 34
- 8- نصیر احمد خان، اردو لسانیات، اردو محل پبلیکیشن، نئی دہلی، 1990، ص 198
- 9- ایضاً ص 199

References:

1. Nazeer Siddiqui, Urdu Adab ke Tadreesi Dareechay, murattib: Dr. Razi Haider, Dehli: Maktaba Jamia Nai Dehli Limited, 2009, p. 28.
2. Khalil Ahmad Baig, Mirza, Lisani Masail aur Mabahis, Dehli: Educational Publishing House, 2016, p. 256.
3. Moeen-ud-Din, Hum Urdu Kaise Parhain, Lahore: Book City, September 2021, p. 119.
4. Dr. Saleem Farani, Urdu Zaban aur Is ki Taleem, Lahore: Pakistan Book Store, 2nd ed., 1962, p. 6.
5. Syed Muhammad Shah Wali Yamini, Tareeqa-e-Taleem-e-Urdu, Lahore: Sheikh Muhammad Ashraf Tajir-e-Kutub, 6th ed., 1953, p. 86.
6. Ibid, p. 45.
7. Nazeer Siddiqui, Urdu Adab ke Tadreesi Dareechay, p. 34.
8. Naseer Ahmad Khan, Urdu Lisaniyat, Nai Dehli: Urdu Mahal Publication, 1990, p. 198.
9. Ibid, p. 199.